Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 101-112
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

بلوچ قوم اور باب الاسلام بلوچستان: جغرافیائی وسیاسی پس منظر کا تحقیقی مطالعہ

The Baloch Nation and Balochistan as Bab-ul-Islam: Geographical and Political Perspectives

1. Sabir Ali sabir.ali@luawms.edu.pk	*PhD Scholar, Department of Usool ud Din, University of Karachi.*
2. Dr. Muhammad Imran imran.yaqoob@uok.edu.pk	*Assistant Professor, Department of Usool ud Din, University of Karachi.*

How to Cite: Sabir Ali and Dr. Muhammad Imran. 2026: "The Baloch Nation and Balochistan as Bab-ul-Islam: Geographical and Political Perspectives". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 101-112.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
20-02-2026	15-03-2026	25-03-2026

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

بلوچ قوم اور بابُ الاسلام بلوچستان: جغرافیائی و سیاسی پس منظر کا تحقیقی مطالعہ

The Baloch Nation and Balochistan as Bab-ul-Islam: Geographical and Political Perspectives

1. **Sabir Ali**
   PhD Scholar, Department of Usool ud Din, University of Karachi.
   sabir.ali@luawms.edu.pk

2. **Dr. Muhammad Imran**
   Assistant Professor, Department of Usool ud Din, University of Karachi.
   imran.yaqoob@uok.edu.pk

Abstract

This study examines the Baloch nation and Balochistan with a focus on its geographical and political background, as well as its historical role as Bab-ul-Islam. It explores the origin of the term “Baloch” through various historical interpretations, highlighting the diversity of scholarly opinions regarding its etymology and ethnic roots. The research also traces the historical evolution of Balochistan as a region, emphasizing its strategic location across present-day Pakistan, Iran, and Afghanistan, and its geographical and economic significance. Furthermore, it analyzes the importance of Makran as a key route for the early arrival and spread of Islam into South Asia. The study concludes that Balochistan served as an important gateway for Islamic expansion, where the process of Islamization was gradual and marked by resistance, unlike the relatively rapid conquest of Sindh under Muhammad ibn Qasim. Overall, Balochistan holds a significant place in the historical, political, and religious landscape of the region.

Keywords: *Baloch Nation, Balochistan, Bab-ul-Islam, Makran, Political History, Islamic Expansion.*

تمہید

بلوچستان ایک تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی لحاظ سے منفرد خطہ ہے جس کی اہمیت نہ صرف اس کے وسیع وسائل اور متنوع جغرافیہ میں ہے بلکہ اس کی سیاسی اور مذہبی حیثیت میں بھی نظر آتی ہے۔ یہ خطہ مختلف ادوار میں مختلف ثقافتوں، اقوام اور حکمرانیوں کے زیر اثر رہا ہے، جس نے یہاں کی سماجی اور سیاسی ساخت کو شکل دی۔ بلوچ قوم کی تاریخی شناخت، ان کے نسلی و لسانی پس منظر، اور بلوچستان کے جغرافیائی حدود کو سمجھنا اس خطے کی پیچیدگیوں اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ مزید برآں، بلوچستان خاص طور پر مکران کا ساحل، اسلام کی ابتدائی آمد اور جنوبی ایشیا میں اس کے پھیلاؤ میں ایک اہم کردار ادا کرتا رہا، جہاں تجارتی و قبائلی روابط کے ذریعے نئے اثرات اور تبدیلیاں آئیں۔ اس مطالعے کا مقصد اس خطے کی تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کو سمجھنا اور بلوچ قوم کی شناخت و ثقافتی ارتقاء پر روشنی ڈالنا ہے۔ ویسے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی جو قومیں رہتی ہیں ان کی تاریخ اسی وقت سے ضبط تحریر میں لائی جاتی، جس دن سے وہ ان مساکن میں رہنے لگے یا آپ اسطرح کہیں کہ جس دن سے وہ دنیا میں معارض وجود میں آئے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنی تاریخ اپنے وجود میں آتے ہی لکھی ہو اور اپنے روزمرہ کے حالات قلمبند کیے ہوں۔ بعد میں لوگوں نے اپنے حافظہ اور رونما ہونے والے مشہور و مستند واقعات کے بنیاد پر انہیں حیات بخشی جس کی وجہ سے وہ قومیں آج بھی تاریخ کی صورت میں اپنی ایک وجود رکھتے ہیں۔

لفظ بلوچ: تاریخی کتب میں

ڈاکٹر فاروق بلوچ مختلف مصنفین کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ڈاکٹر بیلیو (Bellew) لکھتا ہے کہ لفظ بلوچ دراصل "بل اوچھا" سے لیا گیا ہے۔ بل اوچھا کے معنی انتہائی طاقتور کے ہیں۔ پروفیسر ایچ۔جی۔راؤلنسن جنھوں نے بلوچوں کے بارے میں سامی النسل ہونے کا دعوی کیا اور بلوچوں کو بادشاہ نمرود کی اولاد قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے کہ نمرود کا لقب بلوس تھا اور اس کی اولاد بعد ازاں بلوچ کے نام سے موسوم ہوئی اور بلوچستان میں وارد ہونے کے بعد یہ لوگ بلوچ کہلائے اور اسی نام سے تاریخ میں موسوم ہوئے۔ بلوچ مورخ محمد سردار خان بھی راؤلنسن کے نظریے کی حمایت کرتا ہے اور لفظ بلوچ کو نمرود کے لقب بلوس کی بگڑی ہوئی شکل قرار دیتا ہے۔ میر گل خان نصیر کے مطابق بلوچ تین مختلف اوقات و واقعات کی وجہ سے اپنے آبائی علاقے چھوڑ کر آئے، بلوچوں کا ایک طائفہ شمالی ایران کے پہاڑ کوہِ البرز سے 531ء ساسانی حکمران نوشیروان سے شکست کھا کر یہاں آباد ہوئے اور بُرز کوہی کہلائے۔ اسی طرح ایک طائفہ بنو امیہ کے دور میں حجاج بن یوسف گورنر عراق کے خلاف لڑائی کی پاداش میں نکال دیے گئے، یہ قبائل میں سیستان اور بعد ازاں مکران، قلات اور کچھی سے ہوتے ہوئے پنجاب تک عملہ آور ہوئے اور ایک وسیع و عریض خطے پر دسترس حاصل کی۔ یہ قبائل تاریخ میں رند و لاشار کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اسی طرح تیسرا طائفہ ایران کے دشتِ لوط میں آباد تھے۔ یہ طائفہ ناہروئی کہلاتا ہے۔ سرٹی ہولڈچ لکھتا ہے لفظ بلوچ دراصل بعل دیوتا سے منسوب ہے کہ جو بابلیوں کا سب سے بڑا دیوتا ہے۔ ان کے مطابق لفظ بلوچ دراصل بعل سے ماخوذ ہے جو پہلے بعلوث اور بعد میں بلوچ بنا۔ مولانا نور احمد فریدی لکھتا ہے کہ بلوچ سامی النسل ہیں وہ شام کی وادی البلوص کے باشندے ہیں جو وہاں سے ہجرت کر کے موجودہ خطے میں وارد ہوئے اور اپنے قدیم مربوم کی وجہ سے پہلے بلوص اور بعد ازاں بلوچ کہلائے۔ [1]

آغا میر نصیر احمد زئی لکھتے ہیں کہ بلوچ قبائل بڑی تعداد میں ایرانی افواج میں شامل تھے۔ میدی، ہخہ منشی اور ساسانی حکمرانوں کی افواج کا اہم ترین حصہ ہوتے تھے اور ان کی کچھ امتیازی نشانیاں بھی تھے۔ وہ اپنے سر پر مرغے کی کلغی (تارجِ خروس) یا فوجی ٹوپی پہنتے تھے۔ ان کے مطابق مرغے کی کلغی (تارجِ خروس) کو فارسی میں بلوچ کہا جاتا ہے۔ لہذا اپنے اس امتیازی فوجی نشان کی وجہ سے یہ لوگ بلوچ کہلائے۔ [2]

علامہ حموی کہتے ہیں کہ بلوص کردوں کی طرح ایک قوم ہے۔ جو فارس و کرمان کے درمیان ایک وسیع علاقے میں کثیر تعداد میں آباد ہے۔ یہ بڑے جری اور دلیر ہوتے ہیں۔ "قفص" نامی غارت گر برادری سے جو انہی کے آس پاس بستی ہے بلکل خوف نہیں کھاتے، بہادر ہونے کے باوجود بے ضرر ہیں، قفص برادری کی طرح ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری بھی نہیں کرتے۔ مورخ ابو الفداء تقویم البلدان میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ جبالِ قفص کے دامن میں سکونت پذیر ہیں اور خانہ بدوشوں کی طرح مویشی پالنا اور ان کے بالوں سے گھر بنانا ان کا پیشہ ہے، فی زمانہ ان کو "زوط"، "جاٹ" کہتے ہیں، ان کی زبان ہندوستانی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ [3]

لالہ ہتورام اپنی مشہور کتاب تاریخ بلوچستان میں لکھتا ہے کہ حلبی زبان میں بلوچ بادیہ نشین کو کہتے ہیں ۔ جو لوگ ہمیشہ پہاڑوں کے دامن میں خانہ بدوش رہتے ہوں اُن کو بلوچ کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ کسی خاص قوم سے متعلق نہیں تھا بلکہ بہت سے مختلف

قوموں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، جن کا نسب ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن تمام قوم بلوچ کہلاتے ہیں۔[4] ڈاکٹر حمید بلوچ مختلف محققین کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھتیں ہیں کہ محمد سردار خان گیشٹ کوری کے مطابق لفظ بلوچ یا بلوص صریحاً بل اوچ یا بیل اور اوص کا ملاپ ہے۔ بیل ایک بابلی دیوتا ہے جو کنعانی بعل کی ہی ایک بدلی ہوئی شکل ہے۔ دیوتا بیل سب سے پہلے بابل سے ہی متعارف ہوا اور پھر اسے یونانی دیوتا زیوس میں پہچانا گیا۔[5]

اردو دائرۃ معارف اسلامیہ میں لفظ بلوچ کے ماخذ کے بارے میں ملتا ہے کہ لفظ بلوچ کو مختلف اقوام نے بعل، بلوچ، بلوس، بلوش، بعلوث، بیلوث، بیلوس اور بعلوس لکھا اور استعمال کیا۔ ان کے مطابق اصل لفظ بلوص ہے۔ جسے عرب نے بلوش اور ایرانیوں نے بلوچ لکھا کیونکہ اہل ایران "ص" کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے "ص" کو "چ" سے بدل کر اسے بلوچ کہا اور لکھا اور جبکہ عربوں نے "ص" کو "ش" کہا اور لکھا۔ سلیم خان گمی بھی سردار گشٹ کوری کی طرح کہتے ہیں کہ لفظ بلوچ کو نمرود کا لقب لکھا۔ نمرود بابلی سلطنت کا پہلا بادشاہ تھا اور احتراماً بلوص یعنی سورج دیوتا پکارا جاتا تھا۔ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ سکنی اعتبار سے بلوچ وادی بلوص کے رہنے والے تھے۔ یہ وادی شام میں حلب کے قریب، ایران کی سرحدات کے ساتھ واقع ہے۔[6]

میر نصیر خان احمد زئی (کمبرانی) اپنی کتاب میں میر علی شیر ٹھٹھوی کے حوالے سے تحفۃ الکرام (1774ء) لکھتے ہیں کہ محمد بن ہارون مکران کے عرب گورنر کے اولاد ہیں جو 705ء میں مکران کے گورنر مقرر ہوا۔ وہ ہارون کے شجرہ کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب سے ملاتا ہے۔ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا تھے۔ لیکن آگے میر نصیر احمد زئی (کمبرانی) لکھتے ہیں کہ میر علی شیر ٹھٹھوی کی یہ رائے تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے، حضرت حمزہ کی اولاد کے بارے میں دو مستند تاریخی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ کی کوئی مرد اولاد نہ تھی، ان کی صرف دو لڑکیاں تھیں، ام الفضل اور امامہ۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام علی اور حمّار تھے۔ مگر بعد میں دونوں انتقال کر گئے اور ان کی نسل آگے نہیں چلی۔[7]

بلوچستان کے مشہور تاریخ دان ڈاکٹر فاروق بلوچ سابقہ مؤرخین پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض مؤرخین و مصنفین لفظ بلوچ کو مختلف معانی دیے جبکہ بعض نے تو اس کے معنی بیان کرنے کو ضروری نہیں سمجھا۔ غیر مستند و مشکوک ڈائری نگار انگریزوں کے حوالے دیے گئے اور بلوچ کے معنی اخذ کر لیے گئے۔ قدیم تاریخی کتب میں مرقوم اس ثقافتی گروہ کی قومی اور سماجی ارتقاء کے مراحل کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ ان کتب میں اس لفظ کے معانی و مطالب موجود ہیں۔ فارسی کے لغات میں اس لفظ کی وضاحت کی گئی ہے اور معنی بھی بیان کیے گئے ہیں۔[8]

بلوچستان: نام کا تاریخی پس منظر

لفظ بلوچستان دو لفظوں کا مرکب ہے، یعنی "بلوچ" اور "ستان"۔ "ستان" فارسی لفظ ہے جس کے معنی "مسکن یا جائے رہائش" کے ہیں۔ "بلوچ" اور "ستان" کے مرکب سے بلوچستان بنا، جس کے معنی "بلوچوں کے رہنے کی جگہ" کے ہیں۔ مگر آرین قبائل کی مشرق اور ایران کے حملوں سے پہلے اس نام کا استعمال نہیں ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اِن قدیم ادوار میں اِس خطہ اور اس میں جہاں بلوچ آباد تھے وہ خطہ اس کے باشندوں اور ان کے اقوام کے ناموں سے موسوم ہوتے ہونگے۔ اس حقیقت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بلوچ قبائل من حیث القوم اس وقت بلوچ کے بجائے کسی اور نام سے موسوم ہونگے اور یہی دلیل بلوچستان کی عدم عرفیت کی ہو سکتی ہے۔

موجودہ خطہ بلوچستان جہاں بلوچ رہتے ہیں مختلف اسماء سے قدیم تاریخی تحریروں میں ذکر ہوا ہے۔ زرتشتی مذہبی کتاب میں

"دراپشین خنا" کے نام سے موسوم ایک ملک کا ذکر ہوا ہے جس کے معنی "وادی پشین" ہے۔ اس کے بعد سکندر بادشاہ یونان کے مؤرخین نے خطہ بلوچستان کو "گدروسیا" کے نام سے موسوم کرکے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی وضاحت کی ہے کہ خطہ "دَرَنگیِانا" اور "اراخوسیا" اس سے متصل دو اور ملک ہیں جو سیستان اور موجودہ قندہار کے قدیم نام ہیں۔ اسی طرح ازمنہ وسطیٰ کے عرب مؤرضین نے جنوبی بلوچستان کو "مکران" کہا اور مرکزی بلوچستان یا سطح مرتفع قلات کو "توران" کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ اِن تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ بلوچستان دو خطوں پر منقسم تھا، مکران اور توران کے علاقے کہلاتے تھے اور موجودہ "بلوچستان" جدید نام ہوگا اور یہ بعد میں پورے خطے کیلئے استعمال ہونے لگا۔[9]

بلوچستان کا جغرافیائی پس منظر

تاریخی اعتبار دیکھا جائے تو بلوچستان اس وقت تین حصوں میں منقسم ہے جس کا ایک بڑا حصہ پاکستان میں شامل ہے، ایک حصہ ایران اور کچھ افغانستان میں ہے۔ جبکہ موجودہ پاکستان میں بھی بلوچستان سندھ اور پنجاب کے ساتھ تقسیم در تقسیم کیا گیا ہے۔ بلوچستان کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نعمتوں سے مالامال کیا ہے۔ ہر طرح کا موسم، معدنیات اور جغرافیائی اعتبار سے طویل ٹھاٹھیں مارتا سمندر، اونچے اور معدنیات سے مالامال پہاڑ، ریگستان، بڑے بڑے میدان وغیرہ سے نوازا ہے۔ ڈاکٹر فاروق بلوچ اس سلسلے میں جسٹس میر خدابخش بجرانی مری کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> اگر ہم بحیرہ میں بندر عباس سے شمال میں کرمان کی طرف لائن کھینچیں اور شمال میں ایران کے علاقے نہہ کی طرف بڑھیں اور افغانی سیستان میں فراح کی طرف مشرق میں آئیں اور اس کے بعد مشرق میں گریشک تک بڑھیں اور وہاں پاکستان میں بلوچستان کی حد پر باران خان کے گاؤں تک آئیں بعد ازیں بلوچستان کے شمالی علاقہ میں سے ہوتے ہوئے مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان کے ضلعوں تک بڑھیں اور پھر وہاں سے جیکب آباد لاڑکانہ کی جنوب مشرقی سرحد اور سکھر اور دادو اضلاع کے شمال تک آئیں اس کے بعد مغرب کی طرف مڑیں اور بحیرہ عرب میں کراچی کے قریب بلوچستان کے ضلع لسبیلہ کی سرحد تک پہنچ جائیں یہ مذکورہ بالا علاقہ بلوچستان کی حدود ہوں گی اور اس کا کل رقبہ 2،50،000 مربع میل ہوگا۔ اکثر مؤرخین بلوچستان کا کل رقبہ لکھنے سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ بدقسمتی سے یہ خطہ مختلف ممالک میں منقسم ہے۔ لہٰذا جب رقبہ لکھا جاتا ہے تو اس وقت یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ کس حصے کا رقبہ لکھا جائے مگر مؤرخین میں سے بعض 3،40،000 مربع میل کے رقبے پر متفق ہیں اس ضمن میں عنایت اللہ بلوچ رقمطراز ہے کہ بلوچستان جو سیاسی طور پر تین ممالک میں منقسم ہے ساخت کے لحاظ سے بنیادی طور پر ایک ہی زمین ہے جس کا کل رقبہ 3،40،000 مربع میل ہے جو بیشتر یورپی ممالک سے رقبہ کے لحاظ سے بڑا ہے۔[10]

بلوچ حکمرانوں میں میر نصیر خان نوری ایک خداترس اور نیک انسان تھے وہ ہمیشہ اپنے قوم وملت کے فلاح وبہبود کیلئے سوچتے۔ آپ بلوچ سرزمین کا صحیح ادراک رکھتے تھے اور یہی وجہ تھی آپ بلوچ خطے کے اتحاد اور یکجہتی کیلئے سب خانین میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ یہی وجہ تھی جب احمد شاہ ابدالی اور میر نصیر خان نوری ہندوستان کے مہم پر تھے تو احمد شاہ ابدالی نے میر نصیر خان نوری حاکم بلوچستان سے ان کی مملکت کے حدود کے بارے میں دریافت کیا تو میر نصیر خان نوری نے برملا اور واضح الفاظ میں کہا "جہاں تک بلوچی بولی جاتی ہے وہاں تک بلوچستان کے حدود ہیں۔"[11]

خان قلات میر نصیر احمد خان نوری تینوں ممالک میں تقسیم بلوچستان کے جغرافیائی حدود بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب تاریخ بلوچ و بلوچستان میں لکھتے ہیں کہ:

> وسطی ایشیاء کا جنوبی حصہ جو ساحل سمندر سے متصل ہے اور وسیع و عریض اور مربوط و متصل علاقے پر مشتمل ہے۔ بلوچ قوم کے بود و باش رکھنے کی وجہ سے بلوچستان کے نام سے موسوم ہے۔ اس خطہ کا کل رقبہ تقریباً 2،43،487 مربع میل ہے۔ زمین کا یہ وسیع اور پیوستہ علاقہ موجودہ وقت، یں سیاسی حیثیت سے تین ممالک میں بٹا ہوا ہے۔ ایران، افغانستان اور پاکستان۔ ایرانی بلوچستان کا کل رقبہ اندازاً 69،487 مربع میل ہے۔ افغانی بلوچستان کا 40،000 مربع میل اور پاکستانی بلوچستان کا 1،34،000 مربع میل ہے۔[12]

باب الاسلام بلوچستان

بلوچستان میں اسلام کی آمد کے حوالے سے یہ ایک تاریخی سوال ہے جس پر کئی تاریخی کتب میں مستند حوالہ جات موجود ہیں۔ دورِ نبوی ﷺ کی ملنے والی معلومات فردی طور پر اگرچہ محل نظر ہیں لیکن دور نبوی ﷺ میں اسلام کے پیغام کا بلوچستان میں پہنچنا معتبر ہے جن میں سے نمایاں سرندیپ (سری لنکا) کا وہ وفد ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعثت و رسالت سن کر مدینہ روانہ ہوا تھا۔[13] چونکہ عرب تاجروں کا برصغیر کے مختلف علاقوں اور سرندیپ میں تجارت کہ وجہ سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ سرندیپ کے جوگیوں اور دوسرے مذہبی طبقوں کو معلوم ہوا تو اس کی تحقیق کیلئے انہوں نے مدینہ ایک وفد بھیجا۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بلوچستان کے علاقوں خاص طور پر مکران میں اسلام کا پیغام تجارتی اور قبائلی تعلقات کے بناء پر پہنچ چکا تھا۔ جبکہ باقاعدہ اسلامی تعلیمات فتوحات یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پہنچیں۔ رحیم داد شاہوانی باب الاسلام کے بابت لکھتے ہیں کہ:

> جس طرح جغرافیہ دانوں نے سندھ کا نام "عشق البلاد" رکھا تھا۔ اسی طرح مکران اور ساحل مکران کا نام انہوں نے "باب السند والہند" رکھا، کیونکہ یہ وہ راستہ تھا جہاں سے انہوں نے سندھ وہند پر حملے کئے۔ مکران کا ساحل "باب الاسلام" بن گیا۔ اسی مقام سے پہلی مرتبہ گزر کر اسلامی افواج نے سندھ وہند کی سرزمین پر قدم رکھا۔ کرنل سر ٹی۔ایچ۔ہالڈچ نے مکران کے ان تمام راستوں کا نام لکھا ہے جن کا ذکر یونانی اور عرب جغرافیہ دانوں نے کیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ مغرب کی طرف ہندوستان جانے والا خشکی کا راستہ درہ خیبر نہیں بلکہ ساحل رہا ہے۔[14]

مؤرخین جہاں کہیں بھی جاتے کسی علاقے کا جغرافیہ یا ثقافت وغیرہ بیان کرتے تو اہل لسان نہ ہونے کی وجہ سے خود سے اختراع کردہ ناموں سے اُن علاقوں کو منسوب کرتے یا عرف میں مشہور نام کو حقیقی قرار دیتے تھے۔ اکثر و بیشتر وہ انہی کے ثقافت و زبان سے میل کھاتیں، بلوچستان میں بھی آنے والوں نے یہی کیا اور علاقوں کے ناموں کے علاوہ بلوچستان کے اکثر و بیشتر علاقوں کو سندھ وہند میں شمار کیا ہے جیسا کہ یونانیوں کے بعد عرب مؤرخین اور ان کی دیکھا دیکھی میں سندھی قوم پرست مؤرخین بھی اسی راہ پر گامزن ہوئے۔ اسی کے بابت ڈاکٹر فاروق بلوچ لکھتے ہیں کہ:

> پوٹنگر نے اپنے سفر نامہ میں کئی بنیادی غلطیاں کیں، خاص کر بلوچ قوم کے بارے میں پیش کردہ نسلی نظریات اور مختلف علاقوں کے نام وغیرہ۔ جیسا کہ وہ پڑنگ آباد نامی مشہور قصبہ جو کہ مستونگ میں واقع ہے پڑنگ آباد کی بجائے پڑنگو ووڈ (Pringuwadh) تحریر کرتا ہے۔ اسی طرح ہیروڈوٹس نے میکرونی، میکوئی اور یوتی کے نام سے کیا ہے۔ ان کے بعد آنے والے مؤرخ ایرین نے مکران کو اس وقت ماکان یا ماگان یاماکا کہلاتا تھا اسے دو

حصوں میں تقسیم کرکے وسطی مکران کو گیدروشیا جبکہ ساحلی مکران کو اچھیتا فیکوئی کا نام دیا۔اسی طرح عرب مؤرخین بلوچوں کے مید قبائل کو المید کی بجائے المیذ تحریر کیا ہے۔ہوت قبائل کیلئے لفظ زُط یا الزُط کے الفاظ نعم البدل کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔اور مکران وبیلہ کے ساحلوں پر ہونے والے حملوں کو سندھ پر حملہ تحریر کرتے ہیں اور ان واقعات کو سندھی تاریخ کے ساتھ جوڑتے ہیں۔لہٰذا درست بات یہ کہ جو جاٹ ساحلِ مکران سے گرفتار ہوئے تھے وہ دراصل بلوچوں کے ہوت اور مید قبائل کے لوگ تھے۔کیونکہ ایسی ہی ایک اور واقعہ عرب دور میں بھی پیش آیا تھا کہ عرب فوجی مکران کے ساحل سے ہوت قبائل کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کرکے ساتھ لے گئے تھے اور انہیں شام کے رومی سرحد کے قریب آباد کیا تھا اور پھر وہ رومیوں کے ایک حملہ میں مارے گئے۔[15]

بلوچستان: عہد فاروقی میں

مکران کی پہلی فتح 23ھ میں ہوئی ان دنوں اسلامی افواج بصرہ کے امیر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بحری کے امیر حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایران میں جہاد کر رہی تھیں۔حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حکم بن العاص کی قیادت میں ایک فوج مکران روانہ کی۔اس لشکر کو بڑی کامیابی ہوئی۔[16] امام ذہبی نے 23ھ کے واقعات میں لکھا ہے:

"فیها فتحت مكران و اميرها عثمان بن الحكم و هى بلاد الجبل"[17]

اور اس سال یعنی 23ھ میں مکران فتح ہوا۔اس کا امیر عثمان بن حکم تھا اور یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔

قاصد کی روانگی اور امیر المؤمنین کے سامنے دیے جانے والے بیان کے بارے میں امام طبری کا کہنا ہے کہ حضرت حکم (ابن عمر التغلبی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ صحار عبدی کے ہاتھ روانہ کیا اور ہاتھیوں کے بارے میں ہدایت طلب کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مکران کے بارے میں دریافت کیا۔آپ ہر آدمی سے اس کے علاقے کے حالات دریافت کرتے تھے۔لہٰذا صحار نے یوں گفتگو کی کہ اے امیر المؤمنین!اس کے نرم میدانوں کی زمین بھی پہاڑ کی طرح ہے۔وہاں پانی بہت کم ہے۔اس کے پھل خراب ہیں۔وہاں کے دشمن دلیر ہیں۔وہاں نیکی تھوڑی ہے اور برائی بہت زیادہ ہے۔وہاں زیادہ تعداد بھی تھوڑہ معلوم ہوتی ہے اور تھوڑی تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔اس کا پچھلا حصہ اس سے بھی بدتر ہے۔تو امیر المؤمنین نے فرمایا: میر الشکر بخدا وہاں کبھی حملہ نہیں کرے گا۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت حکم ابن عمر اور حضرت سہیل کو یہ حکم لکھ کر بھیجا: تم دونوں کے لشکر میں سے کوئی بھی مکران سے آگے نہیں بڑھے گا اور دریا سے پرے کے علاقوں میں محدود رہو۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بھی دیا کہ ہاتھیوں کو اسلامی سرزمین میں فروخت کرکے قیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم کردی جائے۔[18]

مکران میں اسلام کی آمد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی جس کے متعلق اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں کہ عہد فاروقی میں بعض صحابہ کرام کرمان اور مکران کے علاقوں میں بھی وارد ہوئے۔وہاں جنگیں لڑیں اور اس نوع کے بہت سے حصوں کو فتح کیا۔یہ علاقے اس دور میں حدودِ سندھ میں واقع تھے (تمام خطہ سندھ نام سے مشہور تھا)۔وہاں دربارِ خلافت سے بعض صحابہ باقاعدہ والی اور گورنر مقرر ہو کر آتے رہے۔[19]

مشہور مؤرخ مولائی شیدائی خلافت فاروقی میں بلوچستان کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔کرمان، سیستان جو کہ مغربی

بلوچستان (ایران وافغانستان) اور مکران میں تقسیم کرتے ہیں۔ مکران کا ذکر کرتے ہیں کہ:

23ھ (بمطابق) 644ء حکم بن عمر البغلی نے اُس کو سر کیا یہاں کے ہندو راجا جانام راسل تھا۔ اُس کے پاس ہاتھیوں کا دستہ تھا جو حکم نے مالِ غنیمت سمیت صحار کی نگرانی میں بار گاہ خلافت روانہ کیے۔ یہاں کی مشہور بندر گاہ Teez تھا۔ آج کل ایران میں ہے۔[20]

فتوحات کا یہ سلسلہ عہد فاروقی سے شروع ہوا، جو چوتھے خلیفہ حضرت علی اور آپ کے بعد حضرت امیر معاویہ کے دور تک اور ان کے بعد تک رہا۔ بلوچستان کے کئی علاقے فتح کیے جن میں مکران، خاران، قیقان (قلات)، ارمابیل (لسبیلہ)، قندابیل (گنداواہ) وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاری رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام اور فاتحین میں سے ہیں۔ 23ھ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو لواء مکران دے کر یہاں بھیجا تھا اور مکران آپ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔[21] یوں آپ ہی فاتحِ مکران کہلائے۔ "کتاب البدء والتاریخ" کے مؤلف المطہر بن طاہر المقدسی نے اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ:

"فاما مکران تمتد الی قیقان من ارض السند وفیه مدن و کور کثیرة ثم الی مولتان تسمی فرج بیت الذهب لأن محمد بن یوسف لما افتتحها اصاب بها اربعین بهازا من الذهب والبهار ثالثمائة و ثلاثة و ثلاثون منا ذهبا ثم یتصل بحدود الهند و اما سجستان فشمارقها ارض کابل و مغاربها کرمان و جنوبها مکران و قیقان و شمالها قهستان و خراسان"[22]

جہاں تک رہی مکران کی بات تو وہ قیقان تک پھیلا ہوا ہے۔ جو سندھ کی اراضی میں سے ہے جس میں بہت سے شہر اور بستیاں ہیں۔ پھر یہاں سے ہوتے ہوئے ملتان تک پھیلا ہوا ہے، جسے سونے کا گھر کھا جاتا ہے۔ اس لئے محمد بن یوسف نے جب اس کو فتح کیا، انہیں یہاں سے چالیس بھار سونا ملا اور ایک بھار کا وزن تین سو تینتیس من کا ہوتا ہے۔ ملتان کے حدود ہندوستان کی حدود کے ساتھ متصل ہے اور جہاں تک سجستان کا تعلق ہے تو اس کے مشرق میں کابل اور مغرب میں کرمان ہے اور جنوب میں مکران اور شمال میں قہستان اور خراسان واقع ہیں۔

طوران، قیقان (قلات)، بدھ (کچھی)، قندابیل (گنداواہ) کی فتح

قاضی اطہر مبارکپوری نے اپنی کتاب خلافتِ راشدہ اور ہندوستان میں ان تمام علاقوں کا ذکر کیا ہے۔ قاضی صاحب اپنی کتاب میں قندابیل کو یہاں کا فوجی مرکز قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ عرب کے ایرانی مستقر اُبلہ پر قبضہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہندوستان (بلوچستان) کے فوجی اور حربی مرکز مستقر قندابیل کی معلومات حاصل کرنی چاہیں۔[23] قندابیل اِن دنوں صوبہ سندھ کے شمالی علاقہ میں قلات ڈویژن میں واقع ہے۔ اسے آج کل گنڈاوہ (گنداوہ) کہتے ہیں۔ اسی میں درہ بولان واقع ہے۔

قدیم عرب جغرافیہ دانوں نے مکران کی شمال مغربی سرحد پر ہند کی سرحد کے قریب دو اضلاع کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک طوران (جھالاوان) جس کا مستقر قندابیل (گنداواہ) تھا۔ معجم البلدان کے مطابق کرمان و ایران کی طرف پہلا صوبہ مکران ہے پھر طوران پھر سندھ اور پھر ہند ہے۔ شریف ادریسی نے نزہۃ المشتاق میں لکھا ہے کہ طوران ایک وادی ہے جہاں کھیتی باڑی ہے اور عمارتیں بھی ہیں۔ قصبہ طوران کا نام اس وادی کی نسبت سے ہے یہاں بڑا مضبوط شہر ہے، اس کی سرحدیں بھی بنی ہوئی ہیں۔[24]

بلوچستان: عہد عثمانی میں

پہلی بار 23ھ میں اسلامی فوجی لشکر براستہ کرمان و مکران کے بلوچستان میں داخل ہوئی۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی خلافت کا آخری سال تھا اور خلافت کے آخری دنوں اسلامی لشکر بلوچستان (مکران) میں داخل ہوئی۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی فتح مکران کے واقعات ملتے ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بلوچستان کے احوال سے باخبر کیا گیا تو آپ نے مکران سے آگے لشکر کو منع کر دیا تھا۔ دور عثمانی میں مکران پر حملہ کے بارے میں مختلف مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتداء میں بلوچستان کی طرف فوجی لشکر کشی نہ کی لیکن چند سال بعد جب مکران اور باقی علاقوں میں سر کشی زیادہ ہوئی تو عبید اللہ بن معمر تیمی کو مکران کی طرف بھیجا۔ آپ نے دریائے سندھ تک کے علاقہ پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے مشرقی ممالک کے حربی اور انتظامی معاملات میں مناسب تبدیلی کر کے ہر علاقہ پر امیر مقرر کیا اور بوقت ضرورت ان مقامات کے امراء و عمال میں تغیر و تبدیل فرمایا۔ اس سلسلہ میں فتح مکران 29ھ سے شہادت 35ھ پانچ چھ سال مدت میں مکران میں تین عمال مقرر کئے۔ پہلے امیر عبید اللہ بن معمر تیمی فاتح مکران تھے۔ دوسرے امیر عمیر بن عثمان بن سعد ہوئے۔ تیسرے امیر سعید ابن کندیر قشیری تھے۔ امام یوسف نے کتاب الخراج میں افریقہ اور خراسان کی طرح سندھ (بلوچستان) کے بعض علاقوں کو فتوحات عثمان میں شمار کیا ہے۔[25]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کرمان، سیستان اور مکران نے بہت ترقی کی۔ وہاں نہریں اور سڑکیں تعمیر کی گئیں جن پر پھلوں کے درخت لگائے گئے تھے۔ تجارت نے ترقی کی اور پولیس کا کافی انتظام کیا گیا۔[26] چچ نامہ کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اس وقت اسلامی فوجیں مکران اور قندابیل میں تھیں یہ افواج جہاد میں مصروف تھیں۔ ان کا سپہ سالار عبد اللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ تھا۔[27]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے 29ھ میں عبد اللہ بن عامر بن کریز کو عراق کا گورنر مقرر کر کے ہدایت کی کہ وہ قفص (بلوچستان) مکران اور سندھ کے حالات معلوم کرنے کیلئے کسی کو وہاں بھیج دیں۔ تاریخ خلیفہ کے مطابق خلیفہ نے خود حضرت حکیم بن جبلہ العبدی کو اس مقصد کیلئے منتخب کیا۔ آپ نے جب واپسی پر حالات دریافت کئے تو انہوں نے وہی پرانے کلمات دہرائے جو حضرت عمر فاروق کے دور میں اس علاقہ کیلئے مشہور تھے۔[28]

30ھ ہجری میں جب ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے حضرت ربیع بن حارثی کو کرمان اور مکران کی افواج کا جرنیل مقرر کیا چنانچہ آپ نے مکران اور سندھ کے دیگر شہروں کو پھر فتح کیا ان دنوں عربوں نے ان جنگوں کے متعلق رزمیہ اشعار کہے۔ تیس اشعار کی ایک رزمیہ نظم کی جس کے اختتامی چار اشعار مکران کے فتح کے متعلق ہیں:

ومضى ربيع بالجنود مشرقا　　　يَنوِى الجهاد و طاعته الرحمٰن
حتى استباح قُرى السّواد و فارس　　　والسهل و الاجبال من مكران[29]

ربیع (بن زیاد حارثی) اسلامی افواج کو لے کر مشرق کی جانب روانہ ہوا، ان کی نیت جہاد اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے سواد عراق کے دیہاتوں، فارس اور مکران کی نرم زمینوں اور دشوار گذار پہاڑوں کو فتح کیا۔

خلافتِ حیدری

37ھ ہجری میں عربوں نے براہ قلات قیقانان kuekanan پر سپہ سالار الحارث کے زیر کمان حملہ کیا۔ بقول بلاذری یہ خوفناک جنگ تھی۔ عربوں نے شکست کھائی اور الحارث شہید ہوگیا۔ صاحب چچ نامہ کا ذکر ہے کہ قیقانان کے پاس سر اوان اوع مشکے

میں اچھے گھوڑے ہوتے تھے جو جہازوں کے ذریعے دیگر ممالک کو جاتے تھے۔[30]

خلافتِ عثمانی میں یہ پہلا موقع تھا کہ مکران میں یکے بعد دیگرے تین عمال رکھے گئے۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دورِ خلافت میں پھر یہاں کے لوگوں نے بدعہدی کر کے تمام معاہدات وشرائط ختم کر دیے یا یوں کہیے کہ اپنی آزادی کا علم بلند کیا جس کے بعد حارث بن مرہ عبدی نے بلاد مکران کے ساتھ سندھ کا شہر قندابیل (گنداواہ) اور قیقان (قلات) وغیرہ کو فتح کیا۔[31] البلاذری لکھتے ہیں کہ حارث اور ان کے اکثر اصحاب قیقان (قلات) میں کام آئے، صرف چند زندہ بچے۔ یہ 42ھ کا واقعہ ہے۔[32]

مؤرخین خلفائے راشدین اور ان کے بعد 90ھ ہجری تک جتنی بھی مہمات کا ذکر کرتے ہیں وہ دریائے سندھ کے اس پار تک رہی ہیں اور اس آگے کسی مسلمان حاکم نے لشکر کشی کا حکم نہیں دیا۔ اس کی وجہ ایک تو وہ روایات ہیں جن کے ذریعے حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنھما کو آگاہ کیا اور لوگوں نے مزید آگے بڑھنے سے منع فرمایا اور اس کے علاوہ بلوچستان کے لوگوں کا بار بار علم بغاوت بلند کرنے اور غلامی قبول نہ کرنے کی وجہ سے بھی مسلمانوں کو ان علاقوں پر مسلسل مزاحمت کا سامنا تھا جس کی وجہ سے وہ آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔

محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ

بلوچستان پر خلیفہ اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لشکر اسلام کے حملے ہوتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ 23ھ سے شروع ہوا اور کم و پیش 72ھ تک جاری رہا۔ اس درمیان کئی مرتبہ یہاں کے بلوچوں نے بغاوتیں کی، یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اسلامی فوج کو یہاں سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جب یہاں کے لوگوں کو حکمرانی میں شریک کیا گیا، تب جا کر وہ اسکے بعد مزید آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ 86ھ میں جب خلافت ولید بن مروان کو ملی تو اس نے ملک محمد بن ہارون (المکرانی) کے حوالے کیا۔[33] 92ھ ہجری میں محمد بن ہارون کے دورِ امارت میں سرندیپ کے راجہ نے ایک جہاز میں حجاج کے پاس ان عورتوں کو روانہ کیا جن کے آباء واجداد تاجر تھے اور ان کا انتقال سرندیپ میں ہو گیا تھا اور ان عورتوں کی پیدائش وہیں کی تھی۔ جب یہ جہاز دیبل کے سامنے سے گذرا تو سندھ کے بحری ڈاکوؤں نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اس پر حملہ کیا اور جہاز کو تمام سامان سمیت پکڑ لیا۔ اس میں عورت قبیلہ بنی یربوع کی تھی۔ اس نے یا حجاج کہہ کر حجاج کو دہائی دی۔ جب حجاج کو اس جہاز کی گرفتاری اور اس عورت کی دہائی کا علم ہوا تو اس نے وہیں سے یا لبیک کہا، اور فوراً راجہ داہر کے پاس سرکاری آدمی بھیج کر ان عورتوں کے رہا کرنے کا سوال اٹھایا مگر راجہ داہر نے یہ کہ کر بات ٹال دی کہ ان عورتوں کو میں نے نہیں پکڑا ہے بلکہ ڈاکوؤں نے پکڑا ہے۔ ان پر میرا قابو نہیں چلتا۔ یہ غیر ذمہ دارانہ جواب سن کر حجاج نے عبید اللہ بن نبہان کو دیبل پر چڑھائی کیلئے روانہ کیا۔ وہ یہاں آکر شہید ہو گئے۔ تو حجاج نے بدیل بن طہفہ بجلی کو لکھا کہ وہ فوراً دیبل کی طرف کوچ کریں۔ وہ اس وقت عمان میں تھے، چنانچہ بدیل بن طہفہ یہاں آئے مگر وہ بھی شہید ہو گئے۔[34]

92ھ میں محمد بن قاسم کو حجاج نے فارس کا مہم چھوڑ کر دیبل جانے کا حکم دیا۔ مولائی شیدائی ابن خلدون کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان پاس 6 ہزار فوج تھی۔ مکران میں 3 ہزار بلوچ فوج محمد بن ہارون نے تیار کر رکھی تھی۔ بلاذری کا بیان ہے کہ جب اسلامی لشکر نے مکران سے کوچ کیا تو اُس وقت اسلامی جھنڈے تلے 6 ہزار ایرانی شہسوار، 6 ہزار شامی شتر (اشتر بلوچی میں اونٹ کو کہتے ہیں) سوار اور تین ہزار بلوچ شتر (اونٹ سوار) سوار تھے جو محمد بن ہارون نے کرمان اور مکران کے بلوچوں سے تیار کیے تھے۔ یہ فوج تعداد میں جملہ 15 ہزار تھی۔ اس فوج نے پہلے قنز پور کو سر کیا جہاں چچ کے زمانہ سے ہندو حاکم رہتا تھا۔ بعد بڑی جنگ کے اس نے لسبیلہ کو فتح کیا جس کو ابن خلدون نے ارمابیل دکھایا ہے۔ یہاں کسی بیماری کی وجہ سے محمد بن ہارون نے وفات پائی۔ اُس کا مزار یہاں موجود ہے۔

محمد بن قاسم نے الور تخت گاہ کا رخ کیا۔ راستہ میں سیوستان (سیوین) کو فتح کر کے نیرن کوٹ (حیدر آباد) پہنچا۔ رمضان المبارک 93ھ میں راجہ داہر سخت شکست کھا کر میدان جنگ میں مارا گیا۔ الور، برہمن آباد، ملتان اور فہرج کے شہر اسلامی لشکر نے فتح کئے ماہ شوال المکرمہ 95ھ میں حجاج نے وفات پائی۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ قنوج پہنچ کر ختم ہوا۔ سندھ بنو امیہ حکومت میں شامل ہو گیا۔[35] اس طرح اسلامی لشکر کو سندھ فتح کرنے اور حکومت قائم کرنے میں لگ بھگ کوئی تین سال سے کم کا عرصہ لگا جبکہ بلوچستان میں 50 سال کا عرصہ صرف ہوا اور اس میں بھی مقامی بلوچوں کو حکمرانی میں شریک کرنے کے بعد کامیاب ہو سکے۔ اس طرح اسلام بلوچستان کے بہ نسبت سندھ میں کوئی 70 سال بعد براستہ بلوچستان پہنچا اور فتح ہوا۔

حاصل بحث

یہ مطالعہ بلوچستان کے تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی پس منظر کا تجزیاتی جائزہ پیش کرتا ہے اور بلوچ قوم کی نسلی، لسانی اور ثقافتی شناخت کو اجاگر کرتا ہے۔ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچ قبائل قدیم زمانے سے موجود تھے، اور مختلف ادوار میں آنے والی ہجرتوں اور ثقافتی روابط نے اس خطے میں ان کی آبادی اور ثقافت کو مزید مستحکم کیا۔ لفظ "بلوچ" کے ماخذ میں قدیم بابل، فوجی شناخت اور سامی نسل شامل ہیں، جو قوم کی تاریخی پیچیدگی اور متنوع ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔ بلوچستان کی جغرافیائی ساخت، جس میں پہاڑ، ریگستان، ساحل اور زرخیز وادیاں شامل ہیں، نہ صرف مقامی قبائل کی خود مختاری کو ممکن بناتی رہی بلکہ اس خطے کی سیاسی اور اقتصادی اہمیت بھی بڑھاتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے مکران اور اس کے ساحل کو باب الاسلام بلوچستان کہا گیا، کیونکہ یہ وہ راستہ تھا جہاں سے اسلامی افواج نے سندھ اور برصغیر کی جانب مہمات کیں اور اسلام کے ابتدائی پیغام کو پہنچایا۔ دور خلافت راشدہ اور عباسی میں مکران، قندابیل، قیقان اور دیگر علاقوں کی فتوحات نے بلوچستان کو اسلامی دائرے میں شامل کیا، جبکہ مقامی قبائل کی مزاحمت نے فتوحات کی رفتار کو محدود رکھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ بلوچستان کی جغرافیائی اہمیت، قدرتی وسائل اور بلوچ قبائل کی مضبوط ثقافتی شناخت نے نہ صرف اس خطے کو منفرد بنایا بلکہ اسلام کے ابتدائی پھیلاؤ میں بھی یہ خطہ مرکزی کردار ادا کرتا رہا، جو بلوچ قوم اور باب الاسلام بلوچستان کی تاریخی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

References

1 Farooq Baloch, Dr., *Qadīm Balūch Qabāʾil aur Balūchistān kī Qadīm Tārīkh* (Quetta: Balochi Academy, 2021), pp. 16–18.
2 Aḥmadzai, Mir Naṣīr (Kambarānī), *Tārīkh-e Balūch wa Balūchistān* (Quetta: Balochi Academy, Makrān House, 1988), vol. 1, p. 14.
3 Bastawī, Mawlānā ʿAbd al-Rashīd, *Sindh wa Hind kī Qadīm Shakhṣiyāt (Rijāl al-Sind wa al-Hind)* (Karachi: Maktaba Khadījat al-Kubrā, Urdu Bāzār), p. 56.
4 Hato Ram, Lala, *Tārīkh-e Balūchistān* (Quetta: Balochi Academy), p. 9.
5 Baloch, Ḥamīd, *Makrān ʿAhd-e Qadīm se ʿAhd-e Jadīd tak* (Karachi: City Book Point, 2009), p. 21.
6 Ibid., p. 28.
7 Aḥmadzai, *Tārīkh-e Balūch wa Balūchistān*, vol. 1, pp. 18–19.
8 Farooq Baloch, *Qadīm Balūch Qabāʾil*, p. 18.
9 Aḥmadzai, *Tārīkh-e Balūch wa Balūchistān*, vol. 1, pp. 4–5.
10 Farooq Baloch, *Balūch aur un kā Watan* (Lahore: Fiction House, 2012), pp. 110–111.
11 Ibid., p. 112.
12 Aḥmadzai, *Tārīkh-e Balūch wa Balūchistān*, vol. 1, p. 1.
13 Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Barṣaghīr meṅ Islām ke Awwalīn Nuqūsh* (Lahore: al-Maktabah al-Salafiyyah, 2012), p. 35.
14 Shāhwānī, Mir Raḥīm Dād, *Tārīkh-e Qalāt* (Quetta: Balochi Academy, 1983), p. 53.
15 Farooq Baloch, Dr., *Makrān: Tārīkhī wa Taḥqīqī Tanāẓur meṅ* (Karachi: ʿIlm wa Adab Publisher, 2023), pp. 260–261.
16 Barāhūʾī, ʿAbd al-Raḥmān, *Balūchistān meṅ ʿArabon kī Futūḥāt aur un kī Ḥukūmateṅ* (Mastung: Zumurrud Publications, 1990), p. 14.
17 al-Dhahabī, Abū ʿAbd Allāh Shams al-Dīn Muḥammad b. Aḥmad, *Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr al-Aʿlām* (Cairo: Dar Al Azhar, 1999), vol. 2, p. 48.
18 Farooq Baloch, *Makrān: Tārīkhī wa Taḥqīqī Tanāẓur meṅ*, pp. 262–263.
19 Bhaṭṭī, *Barṣaghīr meṅ Islām ke Awwalīn Nuqūsh*, p. 40.
20 Shīdāʾī, Mawlāʾī, *Sarzamīn-e Balūch* (Quetta: Balochi Academy, 1994), p. 153.
21 Mubārakpūrī, Qāḍī Aṭhar, *Khilāfat-e Rāshidah aur Hindustān* (Delhi: Nadwat al-Muṣannifīn, Urdu Bāzār Jāmiʿ Masjid, 1972), p. 240.
22 al-Maqdisī, Muṭahhar b. Ṭāhir, *Kitāb al-Badʾ wa al-Tārīkh* (Beirut: Maktabat al-Thaqāfah al-Dīniyyah, 1999), vol. 4, p. 78.
23 Mubārakpūrī, *Khilāfat-e Rāshidah aur Hindustān*, p. 61.
24 Barāhūʾī, *Balūchistān meṅ ʿArabon kī Futūḥāt*, pp. 42–44.
25 Mubārakpūrī, *Khilāfat-e Rāshidah aur Hindustān*, p. 83.
26 Shīdāʾī, *Sarzamīn-e Balūch*, p. 155.
27 Baloch, Nabī Bakhsh Khān (tr. Akhtar Riḍvī), *Fatḥ Nāmah Sindh (Chach Nāmah)* (Jamshoro: Sindhi Adabi Board, 2008), p. 45.
28 Barāhūʾī, *Balūchistān meṅ ʿArabon kī Futūḥāt*, pp. 52–53.
29 al-Baghdādī, Abū ʿAlī Ismāʿīl b. Qāsim al-Qālī, *Kitāb al-Amālī* (Beirut: Muʾassasat al-Kutub al-Thaqāfiyyah, 2001), p. 689.
30 Shīdāʾī, *Sarzamīn-e Balūch*, p. 159.
31 Mubārakpūrī, *Khilāfat-e Rāshidah aur Hindustān*, p. 77.
32 al-Balādhurī, Aḥmad b. Yaḥyā b. Jābir, *Futūḥ al-Buldān* (Lahore: Takhliqāt, 2010), p. 578.
33 Baloch, Nabī Bakhsh Khān (tr. Akhtar Riḍvī), *Chach Nāmah*, p. 114.
34 al-Balādhurī, *Futūḥ al-Buldān*, p. 582.
35 Shīdāʾī, *Sarzamīn-e Balūch*, p. 172.